يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ

اے بندگان مومنین جب جمعہ کے دن اذاں دی جائے تو خطبہ اور نماز کی طرف دوڑو

القول المفید

فی احکام

الجمعة والعید

یعنی

فتوی دربارۂ نمازِ جمعہ

از مفتیٔ اعظم

حضرت العلامہ حبر الفہامہ مرشد الطالبین حجۃ الملۃ و الدین

افضل العلماء مولانا سیّد نجم الدین صاحب قبلہ مدظلہم صدر مجلس علمائے دکن (ہند)

مقاماتِ ذیل سے کتاب بلاقیمت طلب کی جاسکتی ہیں۔

۱۔ چاند میاں ولد بھودے علی میاں۔ جامع مسجد پوسٹ پنڈیالہ ضلع کرشنا اے پی

۲۔ سید اشرف منور عرف سعید میاں ابن حضرت مولانا سید محمود صاحب گندرآبادی

نمبر مکان ۱۹۶-۸-۱۶
کالاڈیرہ۔ حیدرآباد۔ اے۔ پی۔

منجانب
مصلیان جامع مسجد پنڈیال

گزارشِ احوال واقعی

الحمد للہ کم و بیش سو پونسو برس سے پنڈیال میں نماز جمعہ جاری ہے لیکن اس وقت تک بھی بعض خواص و عوام میں اس کا جواز و عدم جواز زیر بحث ہے اور نمازِ جمعہ پڑھنے والوں کے دل میں بھی یہ خلجان رہتا ہے کہ ہم پڑھنے والوں کی دلیل کیا ہے اور جو لوگ نہیں پڑھتے ان کی حجت کیا ہے۔ جو لوگ نماز جمعہ نہیں پڑھتے انکو ہم قایل معقول کرنا نہیں چاہتے۔ ہر شخص اپنی تحقیق کا پابند ہے اور رہیگا لیکن نماز جمعہ پڑھنے والے بھی بعض وقت تشویش کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم کو بھی نماز جمعہ پڑھنا چاہیئے یا نہیں۔ اس بناء پر ہم نے حضرت افضل العلماء مولانا سید نجم الدین صاحب قبلہ کی خدمت میں ایک استفتاء بھیجا کہ مجلسِ علمائے مہدویہ کی طرف سے اس کا جواب دے کر ہم کو مطمئن فرمائیں۔ حضرت نے جواب دیا کہ نماز جمعہ کا مسئلہ قوم میں اختلافی ہے اور اختلافی مسائل کا جواب مجلسِ علمائے مہدویہ کی طرف سے نہیں دیا جا سکتا لہذا کسی بھی عالم سے شخصی طور پر اس کا جواب حاصل کر لیا جائے۔ اس ارشاد پر ہم نے خود حضرت ہی کو زحمت دی کہ آپ ہم لا اپنی ذاتی تحقیق سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں اور ہم نماز جمعہ پڑھنے والوں کے قلوب کو اپنے تشفی بخش جواب سے مطمئن فرمائیں چنانچہ ہمارا استفتاء اور حضرت العلامہ کا جواب صرف مصلیان نماز جمعہ کیلئے شائع کیا جاتا ہے۔ فقط

چاند میاں ولد بھولے علی میاں

اہلِ پنڈیال

الاستفتاء

بخدمت حضرت افضل العلماء مولانا سید نجم الدین صاحب قبلہ مدفیوضہم
صدر مجلس علمائے مہدویہ (ہند)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ نماز جمعہ فرض ہے یا نہیں؟ اگر فرض ہے تو ہماری قوم میں اس کی ادائی میں اختلاف کیوں ہے؟ اگر اس نماز کے کچھ شرائط ہیں تو وہ کیا ہیں اور ان کی حقیقت کیا ہے اور وہ کونسی شرط ہے جس کے مفقود ہونے کی وجہ سے ہمارے بزرگوں نے نماز جمعہ نہیں پڑھی اور آج بھی بعض لوگ نہیں پڑھتے۔ ہمارے بزرگ جو ہر نیک کام میں سبقت کرنے والے تھے اس فرض نماز کے تارک کیوں تھے؟ اگر وہ حق پر تھے تو آج ہم کو ان کی تقلید کیوں ضروری نہیں ہے؟

خدمت عالی میں گذارش ہے کہ اس مسئلہ میں اپنی تحقیق سے ہم کو مستفید ہونے کا موقع دیں اور نماز جمعہ اور اس کی ادائی کے متعلق جو خلجان ہمارے دل میں ہے اس کو رفع فرمائیں اور عنداللہ ماجور ومثاب ہوں۔ فقط

المستفتی

چاند میاں ولد بھورے علی میاں

اہلِ پنڈیال

الجواب

نماز جمعہ کی فرضیت قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے درمختار میں لکھا ہے

ھی فرض عین یکفر جاحدھا وھی فرض مستقل آکد من الظھر

یعنی " نماز جمعہ فرض عین ہے اس کا منکر کافر ہے۔ یہ ایک مستقل فرض اور ظہر سے زیادہ مؤکد ہے"۔

البتہ اس کے مشروطی ہونے میں کلام نہیں ہے۔ شرط کی دو قسمیں ہیں۔ ایک شرطِ ادا دوسری شرطِ وجوب۔ شرط وجوب کا معنی یہ ہے کہ یہ شرط نہ بھی پائی جائے تو نماز ہو جاتی ہے مثلاً اقامت۔ بے عذری۔ مردمی۔ عقل۔ بلوغ۔ یہ شرطِ وجوب ہیں۔ یعنی نماز جمعہ مقیم۔ بے عذر۔ مرد۔ آزاد۔ عاقل وبالغ پر فرض ہے۔ اگر کوئی مسافر یا معذور (مثلاً بیمار۔ لنگڑا۔ اندھا وغیرہ) یا عورت یا غلام نماز جمعہ پڑھ لے تو جائز ہے۔ نماز ظہر اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی اور اگر یہ لوگ نماز جمعہ نہ پڑھیں تو چونکہ ان پر واجب نہیں ہے اس لئے ترکِ نماز جمعہ سے گنہگار نہ ہوں گے انہی شرائط وجوب کے بارے میں فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھا ہے۔

وَتقع فرضًا ان صلّٰی فاقدھا

یعنی شرائط وجوب نہ پائے جائیں اور کوئی شخص نماز جمعہ پڑھ لے تو فرض ادا ہو جائے گا" یہ شرائط وجوب کی بحث تھی۔ شرطِ ادا کا یہ مطلب ہے کہ اگر وہ شرط نہ پائی جائے تو نماز ہی نہیں ہوتی مثلاً مصر یعنی شہر بستہ۔ سلطان۔ وقت ظہر۔ خطبہ۔ جماعت۔ اذن عام یہ چھ چیزیں شرط ادا ہیں۔

ان چھ شرطوں میں سے آخری چار شرطوں میں کوئی بحث نہیں ہے۔ یعنی

وقت ظہر۔ خطبہ اور جماعت ایسی شرطیں ہیں کہ ہر وقت پائی جا سکتی ہیں۔ اذنِ عام کا مطلب یہ ہے کہ مسجد کا دروازہ بند نہ ہو اور نمازسے کسی کو روکا نہ جائے۔ البتہ پہلی دو شرطوں میں یعنی مصر وسلطان کی شرط میں بحث کی گنجائش ہے کہ ان کی تعریف کیا ہے اور آیا یہ دونوں شرطیں آج پائی جاتی ہیں یا نہیں۔

حنیفہ کے پاس مصریت شرط جمعہ ہے یعنی شہر کے بغیر چھوٹے گاؤں اور قریوں میں نماز جمعہ نہیں ہوتی لیکن مصر کی تعریف میں بین الفقہا اختلاف ہے ہم یہاں مصر کی تعریف میں صرف ایک قول نقل کر دیتے ہیں۔ جو حنیفہ کے پاس مفتیٰ بہ ہے۔ چنانچہ درالمختار میں لکھا ہے۔ المصر وھو مالا یسع اکبر مساجدہ اھلہ المکلفین بھا وعلیہ فتوی اکثر الفقہا۔

یعنی "شہر وہ آبادی ہے جس کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے لوگ جن پر جمعہ فرض ہے نہ سما سکیں۔ اکثر فقہا کا اسی قول پر فتویٰ ہے"۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ نابالغوں، مسافروں۔ غلاموں اور عورتوں کو چھوڑ کر جن پر جمعہ واجب نہیں ہے اس مقام پر بالغ، مقیم اور آزاد اتنے مرد ہوں کہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں نہ سما سکیں تو وہ مقام مصر ہے۔

علامہ سید محمد طحطاوی حاشیہ درالمختار میں لکھتے ہیں۔

قال السید ابن الشجاع ھذا احسن ماقیل وفی الولوالجیہ وھو صحیح وقال البلخی ھذا احسن شئ سمعتہ واعتمدہ برہان الشریعہ

یعنی "سید ابن شجاع کہتے ہیں کہ مصر کی تعریف میں جس قدر روایتیں ہیں ان میں یہی اکبر مساجد والی روایت مصر کی بہترین تعریف ہے۔

فتاوی ولوالجیہ میں اسی تعریف کو صحیح لکھا ہے۔ امام بلخی کہتے ہیں کہ مصر کی تعریف میں جتنی روایتیں میں نے سنی ہیں ان میں سب سے بہتر یہی تعریف ہے

اور امام برہان الشریعۃ نے بھی اسی تعریف پر اعتماد کیا ہے :-

در المختار کے قول مذکور میں اکبر مساجد کے الفاظ آئے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا چھوٹا گاؤں یا قریہ جہاں ایک ہی مسجد ہو اور اس میں وہاں کے مکلف مسلمان نہ سما سکیں تو وہ بھی مصر نہیں پس چھوٹے چھوٹے گاؤں اور قریے مصر کی تعریف میں نہیں آتے یہاں جمعہ جائز نہیں ہے بلکہ ایسی کثیر آبادی جس کو عرف عام میں قصبہ کہا جا سکتا ہے اگر وہاں متعدد مسجدیں ہوں اور وہاں کی سب سے بڑی مسجد مصلیوں سے بھر جاتی ہو اور مصلیوں کیلئے کافی نہ ہو تو ایسی آبادی پر مصر (شہر) کا اطلاق ہوگا وہاں نماز جائز ہے۔

حنیفہ کے پاس مصر کی شرط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول فعل اور تقریر تینوں طریقوں سے ثابت ہے۔ عمل تو ظاہر ہے کہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے سوا حضرت نے نماز جمعہ کہیں نہیں پڑھی۔

علماء اصول کے پاس تقریر کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو کوئی کام کرتے دیکھا اور اس کو منع نہیں فرمایا تو اس کو تقریر کہتے ہیں مثلاً امام بخاری نے روایت کی ہے کہ عوالی مدینہ سے یعنی مدینہ منورہ کے اطراف جوانب کی آبادی اور چھوٹے چھوٹے گاؤں سے لوگ گرد و غبار میں اٹے ہوئے اور پسینہ میں شرابور نماز جمعہ کیلئے مدینہ منورہ کو آتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے اپنے مقامات پر نماز جمعہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا اور کسی روایت سے ثابت نہیں ہے کہ عہد رسالت میں مدینہ کے اطراف کسی گاؤں میں نماز جمعہ جاری تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل و تقریر کے علاوہ حدیث قولی سے بھی حنیفہ نے استدلال کیا ہے چنانچہ حضرت علی رضؓ سے روایت ہے۔

" لَا جُمُعَۃَ وَلَا تَشْرِیْقَ اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ "

یعنی "نماز جمعہ اور عید صرف شہر میں جائز ہے" اس حدیث کی عبد الرزاق ابن ابی شیبہ

اور بیہقی نے روایت کی ہے۔ اس حدیث کے مرفوع یعنی قولِ رسول ہونے میں اختلاف ہے لیکن حدیث موقوف ہونے پر سب کا اتفاق ہے یعنی یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ مگر اصول فقہ کے ایک ضابطہ سے مصر نماز جمعہ کی ایسی شرط ہے کہ عقل و قیاس سے اسکو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیئے یہ حدیث حکماً مرفوع یعنی فرمانِ رسالت مآب ہی ہے۔ غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر سے نماز جمعہ کیلئے مصر (شہریت) کا شرط ہونا ثابت ہے۔ مصر کا نماز جمعہ کیلئے شرط ہونا صرف امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رح کا مذہب ہے۔ دوسرے ائمہ رح کے پاس نماز جمعہ کیلئے مصر شرط نہیں ہے اور امام اعظم رح کے مذہب میں مصر کی تعریف میں مفتی بہ مسئلہ در المختار کے حوالے سے اوپر مذکور ہو گیا ہے اب نہایت آسانی کے ساتھ ہر شخص یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ جس مقام پر رہتا ہے وہ مقام مصر (شہر) ہے یا نہیں؟

باقی رہی شرط سلطان، یہ شرط بھی صرف حنیفہ کے پاس شرط ادا ہے چنانچہ قدوری میں لکھا ہے " لایجوز اقامتھا الا للسلطان او لمن امرھا السلطان "۔ یعنی سلطان کے سوا یا اس شخص کے سوا جس کو سلطان نے حکم دیا ہے کسی کو جمعہ کی اقامت جائز نہیں ہے "۔

لیکن اس مسئلہ میں جو نزاکت ہے اس سے عوام ناواقف ہیں وہ یہ کہ اقامتِ جمعہ میں خطبہ اور نماز دونوں شامل ہیں لیکن محققینِ حنفیہ لکھتے ہیں کہ اقامت جمعہ سے بادشاہ کا خطبہ کا حکم دینا مراد ہے۔ نماز جمعہ پڑھانا یا کسی کو نماز پڑھانے کا حکم دینا مراد نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین نے لکھا ہے۔

اقامۃ الجمعۃ عبارۃ عن امرین الخطبۃ و الصلوٰۃ الموقوف علی الاذن ھو الاول دون الثانی (ردالمختار ۔ جلد ۱) یعنی " اقامت جمعہ میں خطبہ اور نماز دونوں شامل ہیں۔ لیکن صرف خطبہ اذنِ سلطان پر موقوف ہے چاہے وہ خود پڑھے یا دوسرے کو حکم دے لیکن نماز کے لئے اذن سلطان شرط نہیں ہے "۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ نماز جمعہ کے دو جز ہیں ایک خطبہ دینا دوسرا نماز پڑھنا۔

پس نماز اذنِ سلطان سے خارج ہو گئی۔ زید بکر جو بھی چاہے پڑھ سکتا ہے اس کیلئے اذن کی ضرورت نہیں ہے۔

اب صرف خطبہ کے لئے اذن سلطان ضروری ٹھہرا۔ اس کی بھی تحقیق یہ ہے کہ سلطان کا بہ نفسِ نفیس آنا یا اس اپنا فرمان جاری کرنا کہ فلاں شخص خطبہ دے ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اس کے مقرر کردہ عہدہ دار بھی اسکی اجازت دے سکتے ہیں صاحب درالمختار لکھتے ہیں۔

وقالوا یقیمها امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاه قاضی القضاة۔ یعنی فقہا نے بیان کیا ہے کہ جمعہ کو حاکم شہر قائم کرے پھر کوتوال، پھر قاضی پھر وہ شخص قائم کرے جس کو قاضی القضاۃ نے مقرر کیا ہے"۔

اگر کسی مقام پر سلطان یا اس کے مقرر کردہ عہدہ دار نہ ہوں تو ایسی صورت میں فقہ حنفی میں یہ صراحت موجود ہے کہ مسلمان خود پڑھ لیں۔ چنانچہ فتاویٰ قاضی خاں اور فتاوی سراجیہ میں لکھا ہے۔

فان لم یکن ثم واحد منهم واجتمع الناس علی رجل فصلی بهم جاز۔ یعنی اگر کسی مقام پر سلطان یا اس کے مقرر کردہ عہدہ دار نہ ہوں تو مسلمان کسی کو اپنا امام بنالیں اور وہ نماز جمعہ پڑھا دے تو جائز ہے"۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے سیاستاً و مصلحتاً اذنِ سلطان کو شرط قرار دیا ہے چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور و مستند کتاب "ہدایہ" میں لکھا ہے۔

لانها تقام بجمع عظیم وقد یقع المنازعة فی التقدم وفی التقدیم وقد تقع فی غیره فلا بد منه تتمیما لامرها۔

یعنی چونکہ نماز جمعہ میں لوگوں کا اژدھام ہوتا ہے۔ اس لئے تقدم و تقدیم یا اور کسی بات میں فساد کا اندیشہ ہے۔ اس لئے سلطان کی موجودگی یا اس کے حکم کی ضرورت ہے تاکہ کسی فتنہ و فساد کے بغیر نماز پوری ہو سکے۔

صاحب ہدایہ کے اس قول سے صاف طور پر ثابت ہے کہ سلطان کی شرط

صرف رفعِ فساد کیلئے ہے۔ اگر فساد کا اندیشہ نہ ہو تو اذن سلطان کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی شہر میں سلطان اجازت نہ دے بلکہ منع کر دے تو فقہ حنفی کا مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان سلطان کی اطاعت نہ کریں اور خود نمازِ جمعہ پڑھ لیں۔ چنانچہ فتاوی عالمگیریہ میں یہ لکھا ہے۔ اذا منع الامام اهل مصر ان یجمعوا متعنتًا اواضرارًا الهم فلهم ان یجمعوا علی رجل یصلی بهم الجمعة۔

یعنی "امام وقت دشمنی یا ایذا رسانی کی غرض سے نماز جمعہ کی ادائی سے منع کرے تو اہلِ شہر کو چاہیئے کہ بالاتفاق کسی شخص کو نماز جمعہ پڑھانے کیلئے مقرر کر لیں"۔ بلکہ فقہائے حنفیہ کی ایک جماعت اس شرط کی قائل ہی نہیں ہے۔ چنانچہ در المختار میں اور اس کے حاشیہ رد المحتار میں لکھا ہے۔

وما ذکرہ ملا خسرو وغیرہ ردہ ابن الکمال فی رسالته خاصة برهن فیها علی الجواز بلا شرط الاذن من السلطان۔ قال فی شرح المنیة وعلی هذا عمل الامة من غیر نکیر۔

یعنی" ملا خسرو وغیرہ نے شرط سلطان کو ضروری قرار دیا تھا۔ لیکن ابن کمال باشا نے اپنے ایک خاص رسالہ میں بدلائل ثابت کیا ہے کہ نماز جمعہ اذن سلطان کے بغیر جائز ہے اور شرح منیتہ المصلی میں لکھا ہے کہ سلطان کی اجازت کے بغیر نماز جمعہ پڑھنے کا عمل آج تمام مسلمانوں میں جاری ہے اور کسی کو اس پر اعتراض اور اس کی صحت سے انکار نہیں ہے"۔

غرض نمازِ جمعہ کی ادائی بھی مسلمانوں کے منتخب کردہ امام کی امامت میں ہو سکتی ہے اور فساد کا اندیشہ نہیں رہتا جو اس شرط کی علت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متاخرین فقہائے حنفیہ نے اذنِ سلطان کی شرط کو نظر انداز کر دیا ہے اور خود حضرت امام اعظم رحمتہ اللہ کا صاف وصریح قول فتاوی عالمگیریہ کے حوالہ سے اوپر گزر چکا ہے

کہ "غیر مسلم حکومت ہو تو مسلمان نماز جمعہ ترک نہ کریں بلکہ نماز جمعہ اور اجرائے احکام شرعیہ کیلئے خود مسلمان کسی کو قاضی مقرر کرلیں یہ قاضی، قاضی شرعی ہوگا۔"

اس سے ثابت ہے کہ امام اعظم کے مذہب میں اذنِ سلطان کی شرط مصلحتی ہے یہ ایسی شرط نہیں ہے جو مشروط سے منفک نہ ہوسکتی ہو اور "اذا فات الشرط فات المشروط" کا ضابطہ اس پر صادق آتا ہو اسی وجہ سے آج تمام دنیائے اسلام میں نماز جمعہ بلا اجازتِ سلطان جاری ہے اور نہ صرف بلاد اسلامیہ میں بلکہ یورپ کے ان تمام ممالک میں جہاں غیر مسلم حکومتیں ہیں نماز جمعہ پڑھی جاتی ہے اور فقہائے حنفیہ اس کو جائز رکھتے ہیں۔ امام ابراہیم حلبی نے شرح مینہ میں لکھا ہے۔

علیٰ ھذا عمل الامة من غیر نکیر۔

یعنی "اذن سلطان کے بغیر نماز جمعہ پڑھنے کا عمل امت مسلمہ میں جاری ہے اور اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہے۔"

امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اذنِ سلطان کو نماز جمعہ کی شرط قرار نہیں دیا ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہے کہ نماز جمعہ کی شرائط ادا کے منجملہ اذنِ سلطان کی شرط بقول صاحب ہدایہ ایک امر تیسیری و مصلحتی ہے امام اعظمؒ نے خود فرمایا ہے کہ اگر کسی شہر میں سلطان نہ ہو یا نماز جمعہ سے منع کرے تو مسلمان نماز جمعہ سے باز نہ رہیں بلکہ کسی کو اپنا امام جمعہ مقرر کرلیں۔ اس کے باوجود نماز جمعہ کے لئے اسلامی سلطنت کو یا سلطان یا نائب سلطان کی موجودگی کو یا اس کے حکم دینے کو ضروری قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

نمازِ جمعہ کی ادائی کے بارے میں حضرت مہدی علیہ السلام کا فعل و قول دونوں ملتے ہیں۔ جونپور سے ہجرت کے بعد سے جالور تک آپ کی اقامت ہر جگہ

جامع مسجد ہی میں رہی۔ پٹن۔ قندھار اور فرہ مبارک میں نماز جمعہ پڑھنے کی روایتیں بہت مشہور ہیں اور یہ بھی روایت ہے کہ مہدی علیہ السلام بلاناغہ نماز جمعہ کیلئے تشریف لے جاتے تھے۔ حضرت مہدی علیہ السلام۔ اصحابِ کرام اور مہاجرین رضی اللہ عنہم نے ہر جگہ نماز جمعہ ادا فرمائی ہے۔ چنانچہ انصاف نامہ میں لکھا ہے کہ "طریق میراں و مہاجراں ایں بود کہ چوں مسجد جامع یا نماز عید رفتند شتاب رواں می شدند و در راہ بہ ہیچ یکے التفات نہ کردند۔"

یعنی "مہدی علیہ السلام اور مہاجرین کی عادت تھی کہ نماز جمعہ یا نماز عید کیلئے روانہ ہوجاتے اور کسی طرف التفات نہ فرماتے (باب ۲۷)

میاں شیخ مصطفےٰ گجراتی ملّا مبارک کو لکھتے ہیں جو ذات تابع رسول اللہ اور عقیدۂ اہلِ سنت پر ہو۔ پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا کرے اور جمعہ و عیدین قضاء نہ کرے تو اس کا مہدی قطعی ہوگا۔ (الحجۃ البالغہ)

نمازِ جمعہ کی ادائی کے تعلق سے مرشد الزماں میاں سید میرانجی لکھتے ہیں کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے "نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ و عیدین کے سوائے تمام نوافل سے منع فرمایا ہے۔" (زادالناجی)

غرض نماز جمعہ کے بارے میں حضرت مہدی علیہ السلام کا فرمان اور عمل اس قدر واضح ہے کہ اس میں کسی تاویل و توجیہ کی گنجائش نہیں ہے۔

مہدی علیہ السلام نے اپنے متبعین کو تقلیدِ ائمہ کی ہدایت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا کہ جس مجتہد کے مذہب میں عالیت ہو اس پر عمل کیا جائے۔ اس لحاظ سے اصحاب کرام و مہاجرینِ عظام رضی اللہ عنہم کا جمعہ ادا فرمانا دور تابع شرائط تھا۔ چنانچہ حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر حضرت بندگی میاں شاہ نعمت حضرت بندگی میاں شاہ نظام حضرت بندگی میاں شاہ دلاور اور اکثر مہاجرین رضی اللہ عنہم اجمعین نے

نماز جمعہ و عیدین ادا فرمائی ہے۔

حضرت بندگی میراں سید محمود ثانی مہدی رضی اللہ عنہ حضرت مہدی علیہ السلام کی وفات کے بعد فرہ مبارک سے بھیلوٹ تشریف لائے اور مدة العمر اسی قریہ میں آبادی سے باہر اقامت فرما رہے۔ بھیلوٹ ایک چھوٹا گاؤں ہے کہ فقہ حنفی کی رُو سے اس پر مصر کی تعریف صادق نہیں آتی اور امام اعظم رح کے پاس کسی گاؤں میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ حضرت بندگی میراں سید محمود ثانی مہدی رضی اللہ عنہ آخر حیات تک بھیلوٹ میں تشریف فرما رہے۔ جہاں "شرط مصر" نہیں پائی جاتی تھی۔ اگر ثانی مہدی رضی اللہ عنہ بھیلوٹ میں نماز جمعہ ادا فرماتے تو اگرچہ امام مالک رح۔ امام شافعی رح اور امام احمد بن حنبل رح کے پاس نماز جمعہ صحیح ہو جاتی لیکن امام اعظم رح کے پاس مطلقاً درست نہ ہوتی اور فرض ظہر کی ادائی ذمہ میں باقی رہتی۔ اس لئے حضرت ثانی مہدی رضی اللہ عنہ کیلئے حضرت مہدی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق عالیت و احتیاط یہی تھی کہ ایسی نماز ادا فرماتے جو بالاتفاق تمام ائمہ اربعہ کے پاس صحیح و درست ہوتی اور وہ نماز ظہر تھی۔ پس حضرت ثانی مہدی رضی اللہ عنہ بھیلوٹ میں قیام کی وجہ سے نماز ظہر ہی پڑھتے تھے اور آپ کا یہ عمل مہدی علیہ السلام کے حکم محکم کی بناء پر مبنی بر عالیت تھا۔ چونکہ مصر کی شرط موجود نہیں تھی۔ اس لئے نماز جمعہ کی ادائی عالیت و احتیاط کے خلاف تھی۔ اس لئے حضرت ثانی مہدی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے روز بعد ظہر اصحاب و مہاجرین کو جمع کر کے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا جو اس قسم کے اجتماعات کی روح ہے اسی واقعہ کو ہماری کتب نقلیات میں بروز جمعہ بعد نماز ظہر ثانی مہدی رضہ کے اجماع کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

فجزاہ اللہ عنا و عن جمیع المصدقین۔

اور جب کبھی شرط مصر پائی گئی تو دوسرے اصحاب کرام مہدی علیہ السلام

نے نماز جمعہ پڑھی ہے۔ چنانچہ نقلیات میاں عبدالرشید میں ہے کہ

"بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہ را عادت بود کہ
بوقت نماز جمعہ و عیدین پیادہ بیرون می شدے چوں در میان
راہ کسے مرکب بیاوردے یکبار فرمودند کہ حاجت نیست
استغنا نمودے او باز عرض نمودے کہ سوار شوید بعدہ
قبول کردے" ص ۴۸

یعنی بندگی میاں رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ نماز جمعہ و عید کیلئے پیادہ تشریف لے جاتے تھے۔ اگر راستہ میں کوئی سواری پیش کرتا تو بطور استغناء فرماتے کہ ضرورت نہیں ہے جب وہ دوبارہ عرض کرتا تو قبول فرما لیتے۔

انصاف نامہ میں لکھا ہے کہ ایک روز بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہ نماز عید کیلئے سلکھن پور کو جانے کیلئے پیادہ نکلے۔ ملک راجہ کو خبر ہوئی تو فوراً سواری لے کر حاضر ہوئے اور بکوشش تمام گاڑی میں سوار کرایا۔"

اِس کے بعد میاں ولی جی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں۔

"بندگی میاں شاہ نعمت رضؓ بندگی میاں شاہ نظام
بندگی میاں شاہ دلاور اور اکثر مہاجرین رضی اللہ عنہم کو ہم نے دیکھا

ہے کہ پیادہ تشریف لے جاتے تھے (انصاف نامہ باب ششم) باب ہشتم

میں لکھا ہے کہ "بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہ نماز عید کیلئے کھانبیل

سے نہر والا تشریف لے گئے ہیں۔"

حاشیہ میں لکھا ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہ اور

بندگی میاں شاہ نعمت رضی اللہ عنہ نماز جمعہ کو تشریف لے گئے تھے ۲۴۳

تاریخ سلیمانی میں لکھا ہے کہ

بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ نماز جمعہ و

عیدین کو پیادہ تشریف لے جاتے تھے اگر کوئی سواری پیش کرتا تو فرماتے کہ

ضرورت نہیں ہے۔ بہت اصرار کرنے پر سوار ہوتے نیز لکھا ہے کہ

حضرت شاہ نعمت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احمد نگر میں خود اپنے دائرہ

میں تین مرتبہ نماز عید ادا فرمائی۔ تاریخ سلیمانی میں لکھا ہے کہ

حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب رضی اللہ عنہ (حسن ولایت)

اپنے دائرہ میں نماز عید پڑھا کرتے تھے۔

غرض جب کبھی ائمہ اربعہ کے مذاہب کے موافق نماز جمعہ صحیح

ہو سکتی تھی اور سب قرار دادہ شرائط موجود رہتے تھے تو اصحاب کرام۔ تابعین

عظام اور بزرگان سلف نماز جمعہ ادا فرماتے رہے۔

میاں سید فضل اللہ سنت الصالحین قلمی میں لکھتے ہیں کہ مہدی علیہ السلام کے زمانہ سے آج تک ہمارے خاندان میں جمعہ جاری ہے"۔

جن بزرگانِ دین کی اقامت شہر میں نہیں رہی انھوں نے نماز ظہر ادا فرمائی کیونکہ امامِ اعظمؒ کے مذہب کی رو سے "شرط مصر" نہیں پائی جاتی تھی۔ گو دوسرے ائمہ مجتہدین امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے مصر کو شرطِ جمعہ قرار نہیں دیا ہے لیکن امام اعظمؒ کے پاس مصر نہ ہو تو جمعہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے عالیت یہی تھی کہ نماز ظہر پڑھی جاتی۔ پس جب کبھی شرط مصر پائی گئی تو سلفِ صالحین نے نماز جمعہ پڑھی اور جن لوگوں نے نہیں پڑھی۔ یقیناً ان کے لئے شرط مصر موجود نہ تھی۔ لیکن نماز جمعہ نہ پڑھنے کو اس طریقہ سے پیش کرنا کہ یہ مہدویہ کی خصوصیت ہے صحیح نہیں۔ بندگی ملک الہداد خلیفہ گروہ رضی اللہ عنہ اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں "۔ مہدی علیہ السلام کی روش کے موافق نماز پنجگانہ و نماز جمعہ و عیدین کے سوا دوسرے نوافل ادا نہ کریں"۔

دیکھو حضرت خلیفہ گروہ رضؓ نے نماز جمعہ کی ادائی کو "روش مہدی" یعنی عین مہدویت ٹھیرایا ہے چونکہ یہ نماز مشروطی ہے اور صحت کیلئے شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ اس لئے بزرگانِ دین نے بہت احتیاط سے کام لیا اور ایسی نماز پڑھی جس کی ادائی کسی مذہب میں بھی مشتبہ نہ تھی۔ آج ہم بڑے بڑے

شہروں میں رہ کر نماز جمعہ نہ پڑھیں اور دلیل وحجت یہ پیش کریں کہ ہمارے بزرگ نماز جمعہ نہیں پڑھتے تھے تو یہ استدلال اس لئے صحیح نہیں ہو سکتا دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہیں ہے۔

اگر ہم بھی دن رات ہجرت میں رہیں یا آبادی سے دور جنگل میں دائرہ باندھیں اور نماز جمعہ نہ پڑھیں تو یقیناً بزرگانِ دین کی صحیح تقلید ہے ورنہ آج جن شہروں، قصبوں اور پرگنہ جات پر مصر کی تعریف صادق آتی ہے ایسے مقامات پر رہ کر نماز جمعہ نہ پڑھنا اور اس کو بزرگوں کی تقلید کا نام دینا خدا اور رسول کے احکام کی صریح خلاف ورزی کے علاوہ خود بزرگانِ دین کو مطعون کرنا ہے کہ شرائط جمعہ بالخصوص شرط مصر پائی جانے کے باوجود بھی وہ نماز جمعہ نہیں پڑھتے تھے۔ حالانکہ یہ خلاف واقعہ ہے۔ ہمارے بزرگ جو ایک فعل مستحب کو بھی ترک نہیں کرتے تھے۔ وہ فرض نماز کو کس طرح ترک کرتے۔ امر واقعہ بھی یہی ہے کہ ان کا نماز جمعہ نہ پڑھنا صرف شرط مصر نہ پائی جانے کی وجہ سے تھا اور اس شرط کا فقدان ان کے پیش نظر تھا۔ رہی اذنِ سلطان کی شرط۔ اس شرط کی خود حنفیہ کے پاس کوئی اہمیت نہیں ہے۔ صرف عدمِ شرطِ مصر کی وجہ سے بزرگوں نے نماز جمعہ نہیں پڑھی اور ان کا یہ عمل مبنی بر عالیت و احتیاط تھا۔ لیکن شرط مصر موجود ہو تو نماز جمعہ کی ادائی فرض عین ہے۔

هذا هو الحق وماذا بعد الحق الا الضلال۔

فقط